عبد النبی و عبد الرسول

نام رکھنے کا ثبوت

تصنیف لطیف

حضور فیض ملت مفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Uwaysi Books
Uwaysi Library

www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی، وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، لَا سِیَّمَا عَلٰی مُحَمَّدِ نِ الۡمُصۡطَفٰی، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصۡحَابِہِ الۡبَرَرَۃِ الۡتُّقٰی وَالنُّقٰی.

امابعد! عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفیٰ وغیرہ نام رکھنا مسلمان ہونے کی نشانی ہے، اور مسلمانوں کے بے شمار فرقے ہیں۔ یہ نام اس کی دلیل ہے کہ مسمّٰی (جس شخص کا نام رکھا گیا ہو) اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت ہے، اور مُسَلَّمْ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عشق کے بغیر اسلام جسمِ بے جان ہے، اور یہی امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا امتیازی نشان ہے۔

ورنہ بے شمار امتیں گزریں، انہیں یہ امتیاز نصیب نہ ہوا۔ یہود و نصاریٰ و دیگر دشمنانِ اسلام کو حیرانی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا پیار کیوں؟ اس لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دل سے دولتِ عشق و محبت مٹانا چاہتے ہیں، لیکن الحمد للہ! وہ جتنا زور لگاتے ہیں، امت کو عشق و محبت میں اضافہ نصیب ہو رہا ہے۔

ان یہود و نصاریٰ کو دور کی سوجھی کہ انہوں نے مسلمانوں میں ایسے فرقے کھڑے کیے کہ عوام کے دلوں میں سے حضور علیہ السلام کی محبت و عشق کا جوہر (اصل سرمایہ) چرا لیا جائے۔ چنانچہ ان کے منتخب گروہ میں سے ایک خصوصی فرقہ صرف اس دُھن میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی محبت و عشق کے عقائد و مسائل کو شرک و بدعت کے کھاتے میں ڈالا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ اس گروہ کا شب و روز یہی مشغلہ ہے کہ وہ امت میں عشق و محبت والوں کو مشرک و بدعتی گردانے۔ ان مسائل میں ایک مسئلہ عبد النبی، عبد الرسول، و دیگر وہ اسماء ہیں جو نبوت و ولایت سے پیار کی دلیل ہیں، سب کو شرک و بدعت کے فتویٰ کا نشان بنائیں، ورنہ اسلامی تاریخ کے اوراق گردانیں تو واضح ہو گا کہ اس شرک و بدعت کے نجدی، وہابی، دیوبندی فتویٰ سے پہلے عبد النبی، عبد الرسول کے نام کے نہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے علماء اور مشائخ گزرے ہیں، جن کی مختصر فہرست آخر میں عرض کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

اسی لیے اہلِ اسلام سے اپیل ہے کہ وہ اس گروہ کے شرک و بدعت کے فتویٰ کو بالائے طاق رکھ کر حقیقت پر مبنی مسائل و عقائد پر جم جائیں۔ اسی کا نام اسلام کی پختگی ہے۔ اللہ ہم سب کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق میں وافر حصہ نصیب فرمائے، آمین۔

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور

۲۳ ذیعقد ۱۳۹۱ھ

"مقدمہ"

عبد النبی، عبد الرسول و دیگر اسماء سے ہمارا مقصد مسمّٰی (جس کا نام رکھا گیا) کے لئے برکت کا حصول ہے، کیونکہ اسم کی مسمّٰی میں قدرتی تاثیر ہوتی ہے۔ چنانچہ احادیثِ مبارکہ میں ہے:

ا۔ حضرت سعید بن مسیب، ابنِ حزن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: حَزن۔ آپ کو یہ نام مکروہ معلوم ہوا، کیونکہ حَزن بالفتح (زبر کے ساتھ) کے معنی عربی میں سخت زمین کے ہیں۔ اس لیے ارشاد فرمایا کہ نہیں، تم سہل ہو۔ (یعنی سہل نام رکھو، جس کے معنی نرم کے ہیں)۔

حَزن نے کہا کہ میں اس نام کو نہ بدلوں گا جو میرے باپ نے میرے لیے تجویز کر دیا ہے۔

حضرت سعید فرماتے ہیں کہ ہمارے دادا کے اس نام پر قائم رہنے کا اثر ہے کہ آج تک ہم سب میں، جو ان کی اولاد ہیں، حُزُونَة (سختی و درشتی) کا اثر موجود ہے۔[1] (بخاری شریف)

فائدہ: اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بہت اہتمام تھا کہ ہمیشہ نام ایسا رکھا جائے کہ جس کے معنٰی مبارک و نافع ہوں۔ ایک دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے کہ دو پہاڑوں کے پاس پہنچے۔ لوگوں سے اس کا نام دریافت کیا۔ بتلایا گیا کہ ایک کا نام فَاضِحٌ (رسوا کرنے والا) اور دوسرے کا نام مُخْزِي (ذلیل کرنے والا) ہے۔ آپ نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان کا راستہ چھوڑ کر دوسرا اختیار فرمایا۔[2]

کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُونٹنی کا دودھ نکلوانا چاہتے تھے۔ صحابۂ کرام کی ایک جماعت موجود تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اُونٹنی کا دودھ کون نکالے گا؟ جماعت میں سے ایک شخص کھڑا ہوا کہ میں اس کا دودھ دوہوں گا۔ آپ نے نام پوچھا تو کہا: مُرَّة (جس کے معنی کڑواہٹ کے ہیں)۔ آپ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس کا دودھ کون دوہے گا؟ ایک شخص کھڑا ہوا کہ میں دودھ دوہوں گا۔ آپ نے نام پوچھا تو اس نے حَرْب بتایا (جس کے معنی لڑائی اور جنگ کے ہیں)۔ آپ نے اس کو بھی بٹھلا دیا، اور پھر فرمایا کہ اس کا دودھ کون دوہے گا؟ تیسرے ایک صاحب کھڑے ہوئے۔ آپ نے ان کا نام پوچھا تو یَعِیش بتایا (جس کے معنی زندہ رہنے کے ہیں)۔ ان کو آپ نے دودھ دوہنے کی اجازت دی۔[3] (مؤطا امام مالک)

فائدہ: معلوم ہوا کہ حق تعالٰی نے اسم و مسمّٰی (نام اور جس کا نام رکھا گیا ہو) میں ایک ربط (باہمی تعلق) رکھا ہے۔ جس شخص کے لیے جو حالات و افعال علمِ الٰہی (اللہ تعالٰی کے علم) میں مقدر ہوتے ہیں، انہیں کے مناسب نام اس کے ماں باپ کے قلب (دل) میں ڈال دیتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ)

فیصلہ حق: عبد النبی، عبد المصطفٰی، عبد الرسول و دیگر اخلاقی اسماء اہلِ سنت نبوت و ولایت سے عشق و محبت کی وجہ سے نسبت (تعلق) جوڑتے ہیں، اور انہیں یہ اسماء منجانبِ اللہ (اللہ تعالٰی کی طرف سے) القاء (دل میں ڈالے) ہوتے ہیں۔

اب فیصلۂ ربانی (اللہ تعالٰی کا فیصلہ) کے مقابل محض ایک وہم و گمان پر عبد بمعنی عبادت گزار ہے، کہہ کر شرک کا فتوٰی دینا اپنی عاقبت و انجام برباد کرنا ہے۔ جبکہ خود شرک کے مفتیوں کو اعتراف ہے کہ عَبْدْ بمعنی خادم (خدمت کرنے والا)، غلام اور نیاز مند بھی آتا ہے، اور الحمد للہ اہلِ سنت یہی مراد لیتے ہیں۔ کبھی کسی کے وہم و

---

[1] (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب اسم الحزن، 5/ 2288، الحديث5837، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[2] (مختصر زاد المعاد، فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في الأسماء والكنى، ص69، دار الريان للتراث – القاهرة، الطبعة: الثانية، 1407هـ – 1987م)

[3] (الموطأ للإمام مالك بن انس ، كتاب الجامع، باب الاستئذان والصور والتماثيل وغيرها من القضايا، ما يكره من الأسماء ،ص391، جامعة ميشيغان ، سنة النشر: 1863م)

(شرح الزرقاني على موطأ الإمام مالك، كتاب الجامع، باب الاستئذان والصور والتماثيل وغيرها من القضايا، ما يكره من الأسماء، 4/ 605، مكتبة الثقافة الدينية، سنة النشر: 1424هـ/ 2003م)

گمان تک بھی نہ ہو گا کہ یہاں عَبْدْ بمعنی عبادت گزار ہے، لیکن خود وہم پیدا کر کے کسی کو مشرک کہہ دینا آج آسان ہے، لیکن کل قیامت میں یہ سودا گھاٹے کا ہے۔

حقیقت و مجاز: عبد کا حقیقی معنی عبادت گزار، اور مجازی معنی خدمت گزار، نیاز مند وغیرہ ہے، اور اصولِ فقہ (فقہی قواعد کا علم) اور علمِ کلام (اسلامی عقائد کے دلائل کا علم) کا متفقہ فیصلہ ہے کہ عُرف کو حقیقت و مجاز، ہر دونوں پر غلبہ ہے۔ اور عرف میں عَبْدْ جب غیر اللہ کی طرف مضاف (کسی کی طرف منسوب) ہو تو حقیقی معنیٰ بالکل نہیں ہوتا، جیسے عبد الدینار، عبد الدرہم، عبد الدنیا وغیرہ۔

دوسرا قاعدہ اسی کے ساتھ اصول میں ہے کہ حقیقت متروک (معنی حقیقی چھوڑ دی گئی) ہو تو مجازی معنیٰ کو ترجیح ہے۔ یہاں تک کہ فقہ میں کتاب الایمان اسی قاعدہ پر بے شمار مسائل کو حل کیا گیا ہے۔

لطیفہ: یہ قواعد مخالفین نہ صرف جانتے ہیں بلکہ روزانہ بارہا پڑھتے ہیں، پڑھاتے ہیں۔ لیکن ضِد بری بلا ہے، یہ دوزخ میں جانا منظور کراتی ہے، لیکن چھوڑتی بالکل نہیں۔ ابلیس کو بھی جب آخرت میں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا کہا جائے گا تو اس وقت بھی یہی کہے گا کہ دوزخ میں جانا منظور ہے، لیکن آدم علیہ السلام کو سجدہ ہر گز نہیں کروں گا۔[4] (روح البیان) تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "ابلیس تا دیوبند"۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا اقرار و انکار

چور کی عادت ہے کہ جب مار پڑتی ہے تو چوری مان جاتا ہے، لیکن کچھ مہلت مل جائے تو وہی انکار۔ یہی حال دیوبندی بیمار امت کے حکیم صاحب کا ہے۔ جب کانپور کی ملازمت اور حاجی امداد اللہ کا سایہ ہما (خوش بختی و اقبال کی علامت) سر پر رہا تو سنی بنا رہا، حاجی صاحب کی ہجرتِ مکہ کے بعد تھانوی وہی وہابی کا وہابی۔

کچھ یہی حال عبد الرسول و عبد النبی نام رکھنے کے جواز و عدمِ جواز کا ہے۔ شمائم امدادیہ و شرح مثنوی وغیرہ میں جائز لکھتا کہتا رہا، لیکن جب مذکورہ بالا عوارض (اسباب) ختم ہوئے تو بحث کو کئی غوطے دینے کے بعد لکھا کہ: میں نے اس تحقیقِ سابق سے رجوع کیا ہے۔ فقیر "ماہنامہ فرقان، بریلی" بابت محرم الحرام و صفر ۱۹۶۱ء کے صفحہ ۱۰ تا ۱۶ کے اقتباسات عرض کرتا ہے۔

مولوی منظور نعمانی، مدیرِ رسالہ، لکھتا ہے کہ بیس ماہِ صفر ۱۳۶۱ھ کے دوسرے ہفتے میں ناچیز مدیرِ الفرقان کو تھانہ بھون، حضرت حکیم الامت مدظلّہ (اللہ تعالیٰ ان کا سایہ قائم رکھے) کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔

عرصہ سے شمائم امدادیہ کی ایک عبارت (عبادی الخ) کو بعض اہلِ بدعت مصنفین، عبد النبی اور عبد الرسول نام رکھنے کے جواز کے لیے بطورِ سند بھی استعمال کیا ہے، ناچیز کو کھٹکتی ہے۔ اس کے جتنے حصے کا تعلق حضرت مولانا تھانوی سے تھا، ناچیز نے اس کی طرف توجہ معطوف کرائی۔ حضرت نے حسبِ عادتِ کریمہ بلا توقف و تأمل ارشاد فرمایا کہ وہ عبارت نقل کر کے میرے پاس بھیج دی جائے، میں اس سے رجوع کا اعلان کر دوں گا۔ (صفحہ ۱۰)

مولوی منظور نے واپس بریلی پہنچ کر سوال لکھا، جس کا مقصد وہی تھا جو اوپر مذکور ہوا۔ (صفحہ ۱۱)

اس کے جواب میں تھانوی نے پانچ صفحے سیاہ کیے۔ اس چھوٹے سے مسئلے کے لیے چار مقدمات (ابتدائی اصول) لکھے، پھر عبد کے چار معنی بیان کیے۔ اس کے بعد پر نالہ وہیں رہا کہ اولیاءِ اللہ، صوفیائے کرام اور خود آنجناب پہلے مشرک رہے۔ اسی لیے لکھا کہ، "الحمد للہ! میں اس سے پندرہ سال پہلے رجوع کر چکا ہوں۔" (امداد الفتاوی، ج۵، ص۵۹۶، حاشیہ الفرقان، صفحہ ۱۶)

اس رجوع کے بعد دہی وہابی کے وہابی۔ اس سے ناظرین خود سوچیں کہ یہ کیا چکر ہے کہ مرشد مشرک اور مرید موحد (توحید کا قائل)، یا یوں کہو: پیر بریلوی اور مرید وہابی۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب هِدَايَةُ اللهِ فِيْ مَسْلَكِ حَاجِي اِمْدَادُ اللهِ میں پڑھئے۔

---

[4] (روح البیان، البقرۃ:34، 1/ 105، دار الفکر۔ بیروت، لبنان)

اختلافی اسماء: عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ، اسی طرح لفظ عبد کسی محبوبِ خدا کی طرف مضاف (منسوب) ہو، اور غلامِ غوث، غلامِ نبی، غلامِ محمد، غلامِ رسول، اسی طرح لفظ غلام کسی محبوبِ خدا کی طرف مضاف ہو، جیسے غلام حسن، غلام حسین وغیرہ وغیرہ، پیر بخش، محمد بخش، احمد بخش، نبی بخش، حسن بخش، حسین بخش، علی بخش، غوث بخش، اسی طرح بخش سے پہلے کسی محبوبِ خدا کا نام ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے۔

دیوبندیوں، وہابیوں، نجدیوں کے نزدیک ناجائز ہی نہیں بلکہ شرک ہے۔ تقویۃ الایمان، بہشتی زیور وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ اس قسم کے اسماء انکے آباؤاجداد کے بھی ہیں۔ اسکی تفصیل آتی ہے۔(ان شاء اللہ)

وجہ اختلاف: وہی پُرانا اصول کہ ہم اہلِ سنت محبوبانِ خدا کی نیاز مندی اور غلامی کو اسلام کی روح سمجھتے ہیں، اور وہ اسے شرک کہتے ہیں۔ ہم اسے مجاز (غیر حقیقی معنی) سے تعبیر کرتے ہیں، اور وہ مجاز کو نہیں مانتے، محض ضد سے، ورنہ خود دوسرے مقامات پر ہم سے بڑھ کر مجاز کا دامن پکڑتے ہیں۔

ہم محبوبانِ خدا کی شفاعت کے قائل ہیں۔ اسی اُمید پر ایسے اسماء سے موسوم (نامزد) ہوتے ہیں، جو شفاعت کی امید ور جا (آس) پر دال (دلالت کرنے والے) ہیں، جیسا کہ روایات و حکایات سے ثابت ہے کہ بہت سے خوش نصیب لوگ قیامت میں، بلکہ قبر میں بھی، محبوبانِ خدا کی نسبت سے نجات پاتے ہیں اور نجات پائیں گے۔ لیکن مخالفین کو ضد ہے تو محبوبانِ خدا سے کہ ان کی شفاعت سے انکار ہی انکار، ورنہ اعمالِ صالحہ (نیک اعمال) پر تو وہ بھی وہی امید رکھتے ہیں جو ہم اہلِ سنت انبیاء و مرسلین اور صالحین و اولیاء کے دامن سے رکھتے ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ اعمالِ صالحہ کی عدمِ قبولیت سے نجات مخدوش (غیر یقینی) ہو جاتی ہے، لیکن حبِّ درویشان، کلیدِ جنت کے طریق سے بھی نقصان اور گھاٹا نہ ہو گا۔ اللہ نے فرمایا:

"اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَىٕذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ "(الزخرف:67)

ترجمہ: آج قیامت میں دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین (اولیاء انبیاء کے)۔

اسی لیے مشہور شعر ہمیں خوب یاد آتا ہے:

کسی کو ناز ہے اطاعت کا عبادت کا ٭٭٭ ہمیں ناز ہے محمد (ﷺ) کی شفاعت کا

فی سبیل فساد: نجدی وہابی تحریک سے پہلے ایسے اسماء بہت بڑے اولیائے کاملین، علماءِ صالحین، بلکہ مخالفین کے آباؤاجداد کے موجود ہیں، جن کی فہرست آئے گی۔(ان شاءاللہ)

چونکہ دیوبندی اور غیر مقلدین وہابی، نجدی تحریک کے علمبردار رہے، اسی لیے اختلاف کرتے ہیں، اور اسے کہا جاتا ہے:(فی سبیل اللہ فساد)۔ ورنہ جھگڑا شرعی، اسلامی ہوتا تو اسلافِ صالحین رحمہم اللہ ایسے اسماء سے موسوم (نامزد) نہ ہوتے۔

قرآن مجید

قرآنِ مجید میں شرک کی مذمت کے ساتھ اس کے اقسام و انواع (قسمیں) کو واضح طور پر بیان فرمایا گیا ہے۔ اس میں معمولی سے معمولی شائبہ (ہلکی آمیزش) کو کھلم کھلا بتایا ہے، اور توحید کے ساتھ رسالت سے تعلق اور اس کی تعظیم و تکریم و آداب بھی خوب سکھاتے ہیں۔

ذیل میں فقیر قرآنی مضامین سے ثابت کرتا ہے کہ عبد النبی و عبد الرسول نام رکھنا جائز ہے۔

آیت ۱: وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآىٕكُمْ ؕ(النور:32)

ترجمہ: اور نکاح کرو اپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

اس عبارت میں عِبَادِ کو کُمْ کی طرف مضاف کیا گیا ہے یعنی تمہارے بندے۔

آیت ۲ : قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ (الزمر:53)

ترجمہ: اے محبوب فرمادو کہ میرے وہ بندے جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

اس يَا عِبَادِي میں دو احتمال (امکان) ہیں۔ ایک یہ ہے کہ رب فرماتا ہے: اے میرے بندو ! اس دوسری صورت میں عبادِ رسول اللہ مراد ہوئے، یعنی حضور علیہ السلام کے غلام اور اُمّتی۔

دوسرے معنی کو بھی بہت سے بزرگانِ دین نے اختیار فرمایا۔ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

بندۂ خود خوا ند احمد را رشاد*** جملہ عالم را بخواں قل یا عباد

یعنی حضور علیہ السلام نے سارے عالم کو اپنا بندہ فرمایا قرآن میں پڑھ لو قل یا عباد۔

حاجی امداد اللہ صاحب رسالہ نفحاتِ مکیہ ترجمہ شمائم امدادیہ، ص ۱۳۵ میں فرماتے ہیں:

"عباد الله کو عباد الرسول کہہ سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (الزمر:53) مرجع ضمیر متکلم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔"[5]

ترجمہ مولوی اشرف علی تھانوی: قل یا عبادی الذین ، الایۃ **ترجمہ:** آپ کہہ دو میرے بندو۔

تائید مزید تھانوی: تھانوی مرشد کے ملفوظ کی مزید تائید لکھی کہ

"قرینہ ؛ اگر مرجع اس کا اللہ ہوتا تو من رحمتی، فرماتا کہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔"[6] (شمائم، ص ۱۳۵)

پھر حاشیہ پر لکھا کہ" البتہ عَبْدٌ بمعنی مملوک لیکر توجیہ ممکن ہے۔"[7]

۳۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ میں ضمیر متکلم سے حضور علیہ السلام مراد ہیں نہ صرف حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ نے مراد لی ہے۔ بلکہ جملہ صوفیہ کرام یہی معنی مراد لیتے ہیں اور عبد بمعنی مطیع ہے۔ اور عبد بمعنی عبادتگذار کا خطرہ نہ صرف دیوبندیوں کو ہے بلکہ منافقین کو یہی خطرہ کھا گیا ہے۔

منافق اور وھابی: تفسیر مدارک وغیرہ میں ہے کہ صحابی نے عبد اللہ ابن ابی (منافق) کو کہا کہ چل تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی دلوادیں اس نے جواباً کہا: قُلْتُمُونِي: صَلِّ، فَصَلَّيْتُ، وَقُلْتُمُونِي: صُمْ، فَصُمْتُ، وَمَا بَقِيَ لِي إِلَّا أَنْ أَسْجُدَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

یعنی تم نے کہا: نماز پڑھو، تو میں نے نماز پڑھی؛ تم نے کہا: روزہ رکھو، تو میں نے روزہ رکھا؛ اب صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں۔

یعنی منافقین کے نزدیک جس حد تک صحابہ کرام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرتے۔ انکے نزدیک شرک ہے یعنی خدا ٹھہرالینا تھا۔

فائدہ: عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف قرآن و حدیث و اقوال مخالفین سے ثابت ہے عرب میں عام طور کہتے ہیں عبدی حُرّ شاعر کہتا ہے:

اَلْوَاهِبُ الْمِائَةَ الْهِجَانَ وَعَبْدُهَا.[8] یعنی وہ عطا کنندہ ہے سو اونٹوں اور انکے خدمت گاروں کا۔

---

5) (شمائم امدادیہ ترجمہ نفحاتِ مکیہ، حصہ دوم، ص 135 تا 136، قومی پریس، لکھنؤ، 1314ھ)

6) (شمائم امدادیہ ترجمہ نفحاتِ مکیہ، حصہ دوم، ص 136، قومی پریس، لکھنؤ، 1314ھ)

7) یہ ناک موم کی تھی جسے تھانوی نے خود کاٹ ڈالی یعنی اس توجیہ سے رجوع لیکن نیمے دروں نیمے بروں، دیکھئے الفرقان، ص ۱۶

(شمائم امدادیہ ترجمہ نفحاتِ مکیہ، حصہ دوم، ص 136، قومی پریس، لکھنؤ، 1314ھ)

8) (المقتضب، وإنما تعمل فيما كان من سببها وذلك كقولك هذا حسن الوجه وكثير المال ، 4 / 163، عالم الكتب. - بيروت)

اس شعر میں عربی شاعر نے **عبد** بمعنی خادم (خدمت کرنے والا) استعمال کیا ہے، اور اصولِ فقہ و علمِ کلام شاہد ہیں کہ اشعارِ عرب کے استعمالات و اصطلاحات کو اسلام میں کافی دخل ہے۔ اسی لیے درسِ نظامی میں سبعہ معلقہ جیسی غیر مہذب کتاب، علمِ عربی کا کا بحر (بہت بڑا ماہر) سمجھا جاتا ہے، صرف اس لیے کہ عربی اشعار سے اصطلاحات و استعمالات کا علم ہوتا ہے۔

جب قرآن و حدیث اور اشعارِ عرب میں **عبد** بمعنی خادم ہے تو پھر ایسے اسماء سے کیوں گھبراتے ہیں؟ صرف اس لیے کہ یہ اسماء اہلِ حق رکھتے چلے آرہے ہیں۔ دراصل اہلِ حق کی ہر بات انگریز بدنہاد (بداصل) کو ناگوار ہے، اور نجدی نے انگریز (برطانیہ) سے معاہدہ کیا کہ دینِ اسلام کے نشانات و علامات مٹا کر چھوڑے گا، اور دیوبندی، وہابی، نجدی، انگریز کی حمایت میں ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔

تحقیق العبد: عبودیت (عبد ہونا) کا اطلاق دو معنی پر آیا ہے: بندگی، غلامی۔ عام طور پر دونوں معنی آپس میں نسبتِ اتحادی (باہمی یکسانیت) رکھتے ہیں اور واحد الاستعمال (ایک ہی استعمال کے حکم میں) ہیں، لیکن باعتبارِ استعمال، عرفِ عام (عام رواج) تعددِ خفیف (ہلکا سا فرق) سے خبر دیتا ہے۔ چنانچہ معنیِ اول سے تبادرِ ذہن (فوراً ذہن میں آنے والا مفہوم) کا عبادت اور اطاعتِ الٰہی کی طرف ہوتا ہے، اور ثانی سے خلافِ حریت (آزادی کے مقابل) کی طرف۔

پس بعلتِ عموم اگرچہ اعتباری ہی کیوں نہ ہو، لفظ **عبد** عام ہے۔ مع ہذا (اس کے باوجود) وہ فرد جو اس کو منشأِ کفر و ضلال (کفر و گمراہی کی بنیاد) قرار دیتے ہیں، متعین کر کے واضح موضوع لہٗ (جس معنی کے لیے لفظ وضع کیا گیا ہو) کو مشرک قرار دیتے ہیں، اور بر تقدیرِ احتمالِ ثانی، جو مجازِ اطاعت و خلوص (اطاعت اور وفاداری کے مجازی معنی) ہوا، خواہی خبر دیتا ہے، تاویل (مراد کی توجیہ) کو تختۂ دل سے محو (مٹا دینا) کرنا خارج از انصاف ہوگا۔

الفاظِ کثیر المعانی (ایک سے زیادہ معنی رکھنے والے الفاظ) تین اقسام پر ہیں: مشترک، حقیقت و مجاز، منقول۔

پس اگر مشترک نہیں، تو یہ بھی ظاہر ہے کہ باعتبارِ ان ہر دو معنی اپنے، حقیقت و مجاز بھی نہیں۔ اس توجیہ (تشریح) کی رو سے منقول ہوگا، شرعی یا عرفی اصطلاحی، جو یہ مراد لیا جاوے، ترکِ منقول عنہ (اصل معنی کو مکمل چھوڑ دینا) بالکلیہ لازم نہیں آتی، جیسے لفظ **صلوٰۃ** سے دعا، **دابۃ** سے عام جانور، جو زمین پر چلنے والے ہیں، اور "فعل" سے معنیِ مصدری لیے جاسکتے ہیں۔

اس طرح لفظ **عبد** سے مجازاً مطیع (فرمانبردار) اور فرمانبردار مراد لے لینا بھی کچھ بُعد (دور کی بات) نہیں رکھتا، ورنہ حصرِ مذکور (بیان کردہ تحدید) باطل ہو جاوے گا، اور یہ خلافِ مفروض بلکہ صریح البطلان (واضح طور پر باطل) ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ بعض اہلِ فضل، جو عبد الرسول و امثالہ کی نسبت واضح موضوع لہٗ ہونے کی بنا پر دونوں کو مشرک جاننے کے لیے تیار ہیں، اگر کسی نفس پرور (اپنی خواہشات کا پیرو) کی ذم (برائی) کرنے کا ارادہ کریں تو اس کے حق میں عبد البطن، عبد القفا وغیرہما کو بے تکلف استعمال کر لیتے ہیں۔ ان کے قاعدہ پر غلامِ مرتضیٰ، عبد القفا شریک رہے۔ گویا نبوت و ولایت کی دشمنی میں کفر غلامِ مرتضیٰ کو دیا، اور ایمان عبد القفا، عبد الدولۃ، عبد الدرہم، عبد الدینار، عبد الدنیا وغیرہ کو دے دیا، کیونکہ ان کے نزدیک پچھلے اسماء شرک نہیں۔ (یہ عجیب منطق ہے۔)

قاعدہ: اسمائے الٰہیہ (اللہ تعالیٰ کے نام) مشترک بالمخلوق (جو مخلوق پر بھی بولے جائیں) سے نام رکھنا بالاتفاق جائز ہے، مثلاً: عبد العلی، عبد الحی، عبد السمیع، عبد الحلیم وغیرہ۔ اس لیے کہ علی، حی، سمیع، حلیم اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء (صفات والے نام) ہیں، اور ان کا اطلاق بندوں پر بھی ہوتا ہے۔

تو علماءِ کرام نے فرمایا: یہ اسماء اس لیے جائز ہیں کہ عبد کی نسبتِ حقیقی (حقیقی تعلق) اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ ایسے ہی عبد النبی، عبد الرسول وغیرہما کو سمجھ لیں۔

اطلاقاتِ عبد: عبد صرف عبادت گذار نہیں بلکہ ذیل کے مثلہ بمعنی محب، نیاز مند، خدمتگار کے معانی میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

۱۔غنیۃ الطالبین میں ہے: "الْإِنْسَانُ عَبْدُ الْإِحْسَانِ. "[9] یعنی انسان احسان کا عبد ہے۔

۲۔تفسیر کبیر میں ہے: " أَنَّ الْمُنْعَمَ عَلَيْهِ يَصِيرُ كَالْعَبْدِ لِلْمُنْعِمِ. "[10] یعنی جس پر انعام کیا وہ انعام کرنے والے کا عبد کی مانند ہے۔

۳۔امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا کہ أَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفًا. [11](حاشیہ درمختار)

یعنی میں اس کا عبد ہوں جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا۔

لطیفہ: مخالفین میں بھی سید کہلوانے والے بہت ہیں۔جب ان پر اعتراض ہوا کہ احادیث میں سید غیر اللہ کے لیے بولنا ممنوع ہے، جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ حقیقۃً(حقیقی طور پر)سید ہے اور ہم مجازاً(غیر حقیقی معنی میں)۔

تو پھر یہاں کیوں نہیں کہتے ہیں کہ عبد کا حقیقی معنی عبادت گزار ہے، اور عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ میں بمعنی نیاز مند(محتاج)، مُحِبّ(محبت کرنے والا) وغیرہ کے ہیں۔

عبد المصطفے وعبد الرسول: امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا عبد بمعنی غلام تابعدار خادم۔

۱۔قال تعالٰی: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ (النور:32)

۲۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِي فَرَسِهِ وَغُلَامِهِ صَدَقَةٌ. [12]

۳۔ قَالَ عُمَرُ الْفَارُوقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ :كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ عَبْدَهُ وَخَادِمَهُ [13] وَقَالَ هٰذَا فِي مَحْضَرِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ. [14](ازالة الخفاء لشاه ولی الله رحمة الله)

۴۔قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا اشْتَرَى بِلَالاً رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ:

گفت ما دو بندگان کوی تو***کردمش آزاد من برروی تو [15]

هَذَا خِطَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْوَاقِعَةُ وَهَذَا الْبَيْتُ فِي الْمَثْنَوِيِّ الْمَعْنَوِيِّ لِمَوْلَانَا الرُّومِيِّ قُدِّسَ اللهُ سِرَّهُ.

۵۔قال تعالٰی: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ [16] (الآية)

---

[9] (الغنية لطالبي طريق الحق، القسم الثالث في المجالس، مجلس: في قوله تعالى: {وتوبوا إلى الله جميعا أيها المؤمنون لعلكم تفلحون}، فصل:ولا بد أن يعرفه قدر جنايته، 1 / 248، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1997م)

[10] (تفسير الرازي = مفاتيح الغيب أو التفسير الكبير، سورة الفاتحة: الآيات 1 إلى 7، الكتاب الثاني في مباحث بسم الله الرحمن الرحيم وفيه أبواب، الباب العاشر في البحث المتعلق بقولنا الرحمن الرحيم، 1/ 151، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثالثة – 1420 هـ)

[11] (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، قوله أحياء، ص29، دار الطباعة العامرة، الطبعة: 1865 م)

[12] (صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب ليس على المسلم في فرسه صدقة، 2/ 532، الحديث1394، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[13] (كتاب كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، حرف الجيم، كتاب الخلافة مع الامارة من قسم الأفعال، الباب الاول: في خلافة الخلفاء، 5/ 681، الحديث14184، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الخامسة، 1405 هـ - 1985م)

[14] (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مقصد دوم، 3/ 100، كتابخانه عقيده)

[15] (مولانا، مثنوی معنوی، دفتر ششم، بخش 31، معاتبۂ مصطفیٰ علیہ السلام باصدیق رضی اللہ عنہ کی تراویت کردم کی بہ شرکت من بخر تو چرا بھر خود تنہا خریدی وعذر او)

"یعنی اس نے کہا: ہم دونوں تیرے کوچے (آستانے) کے غلام ہیں، تو میں نے تیرے چہرے (یا تیری خاطر) اس کو آزاد کر دیا۔" (س رضا)

[16] (الزمر:53) ترجمہ: تم فرماؤ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔

٦۔قِيلَ: الْيَاءُ الْمُضَافُ إِلَيْهَا الْعِبَادُ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كَذَا قَالَ أَشْرَفُ عَلِيٍّ التَّهَانَوِيُّ فِي حَاشِيَةِ شَمَائِلِ اِمْدَادِيَّةِ، وَقَالَ مَوْلَانَا رُومِيُّ قُدِّسَ سِرُّهُ: بندۂ خود خو اند احمد دررشاد*** جملۂ عالم را بخوان: قُلْ يَا عِبَادِ[17]

والتفصيل فی الرسالة، بذل الصفا لعبد المصطفٰی ، لسیدی شاہ احمد رضا بر یلوي قدس سرہ

وَالتَّفْصِيلُ فِي الرِّسَالَةِ: بَذْلُ الصَّفَا لِعَبْدِ الْمُصْطَفَىٰ، لِسَيِّدِي شَاهِ أَحْمَدْ رَضَا بَرَيْلَوِيْ قُدِّسَ سِرُّهُ.

٧۔وَقَالَ سَيِّدُنَا سَهْلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ التُّسْتَرِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: مَنْ لَمْ يَرَ نَفْسَهُ فِي مِلْكِ الرَّسُولِ ﷺ، وَلَمْ يَرَ وِلَايَةَ الرَّسُولِ ﷺ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ، لَمْ يَذُقْ حَلَاوَةَ سُنَّتِهِ بِحَالٍ.[18]

ترجمہ عباراتِ مسطورہ بالا:

۱۔بے شوہر عورتوں کے نکاح کرو اور نیک لوگوں کے تمہارے غلاموں اور کنیزوں میں سے۔

۲۔مسلمانوں کے غلام اور گھوڑے پر کوئی صدقہ (زکواۃ) نہیں۔

۳۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔اور میں آپ کا غلام اور یہ مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم میں کہا۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ خود کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عبد بمعنی غلام کہنا سنت ہے۔اس لیے کہ یہ حدیث تقریری ہے۔اور مجمع صحابہ میں کہا گیا تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے اور قائل (کہنے والے) فاروق اعظم رضی اللہ عنہم ہیں اور بحکم "فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ."[19] یعنی اور میری سنت اور خلفائے راشدین کے طریقہ کو لازم پکڑو۔

الحمد للہ ہم اہلسنت اس ارشاد گرامی پر عمل کرتے ہیں۔تو ان شاءاللہ کل قیامت کے دن اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سرخرو ہوں گے اور منکروں کو انکار کی سزا اور شفاعت سے محرومی ہو گی۔

۴۔جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خریدا تو حضور علیہ السلام سے عرض کی کہ ہم دونوں آپ کے صدقے میں اسے آزاد کیا۔اور یہ خطاب حضور علیہ السلام کو ہے اور واقعہ اور یہ شعر مثنوی شریف میں ہے (تفصیل فقیر کی کتاب) صدائے نوی میں دیکھیے۔

۵۔اللہ فرماتا ہے:"اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا"...

بعض نے کہا: جس کی طرف "عباد" مضاف (نسبت کیا گیا) ہے، اس سے مراد ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ایسے ہی مولوی اشرف علی تھانوی نے شمائم امدادیہ میں لکھا۔

٦۔حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے مثنوی شریف میں فرمایا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو اپنا بندہ کہا، کہ جملۂ عالم کو "اے میرے بندو "!فرمایا۔اس کی مزید تفصیل امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے رسالہ بذل الصفاء میں ہے۔

۷۔سیدنا سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت (فرمانروائی) نہ مانی، اور خود پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت (فرمانروائی) نہ مانی، اُسے سنت کی لذت (حلاوت) نصیب نہ ہوئی۔

عبد النبی کے معنی ہوئے نبی کا غلام عالمگیری، کتاب الکراہیت، باب تسمیۃ الاولاد میں ہے:

---

17) (مولانا، مثنوی معنوی، دفتر اول، بخش 122، سبب حرمان اشقیا از دو جہان کی خسر الدنیا والآخرۃ)

"یعنی حضرت احمد ﷺ نے ہدایت (راہ راست) کے مقام میں تمام جہان والوں کو اپنا بندہ قرار دیا، کیونکہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) کہہ دیجیے: اے میرے بندو"!(س رضا)

18) (تفسير التستري، الأحزاب: 6، ص126، دار الكتب العلمية، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

19) (مسند الإمام أحمد، مسند الشاميين، حديث العرباض بن سارية عن النبي صلى الله عليه وسلم، 4/ 126، الحديث16694، دار إحياء التراث العربي، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

وَالتَّسْمِيَةُ بِاسْمٍ يُوجَدُ فِي كِتَابِ اللهِ تَعَالَىٰ، كَالْعَلِيِّ وَالْكَبِيرِ وَالرَّشِيدِ وَالْبَدِيعِ، جَائِزَةٌ؛ لِأَنَّهَا مِنَ الْأَسْمَاءِ الْمُشْتَرَكَةِ، وَيُرَادُ فِي حَقِّ الْعِبَادِ غَيْرُ مَا يُرَادُ فِي حَقِّ اللهِ تَعَالَىٰ، كَذَا فِي السِّرَاجِيَّةِ..[20]

یعنی جو نام قرآنِ مجید میں پائے جاتے ہیں، اور اُن کے نام رکھنا جائز ہے، جیسے کہ علی، رشید اور بدیع؛ کیونکہ یہ اسماءِ مشترکہ (ایسے نام جو اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں) میں سے ہیں، اور بندے کے لیے ان کے وہ معنی مراد ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مراد نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا نام بھی علی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام بھی علی ہے۔ اسی طرح خدا کا نام بھی رشید، بدیع وغیرہ ہیں اور بندوں کے نام بھی یہ ہو سکتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے نام میں ان الفاظ کے معنی اور ہیں اور بندوں کے لیے دوسرے معنی۔

اس طرح عبد اللہ کے معنی اللہ کا عابد (عبادت کرنے والا) اور عبد النبی کے معنی نبی کا غلام (خادم، نیاز مند)۔ اگر یہ توجیہ (تشریح) نہ ہو تو قرآن کی اس جیسی آیات کے کیا معنی ہوں گے، کہ ﴿مِنْ عِبَادِكُمْ﴾؟

سوال ۲: مشکوہ، کتاب الآداب، باب الاسامی اور مسلم، جلد دوم، کتاب الفاظ من الادب وغیرہ میں ہے:

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ عَبدِي وَأمتِي كلكُمْ عباد اللهِ وَكُلُّ نِسَائِكُمْ إِمَاءُ اللهِ. وَلَكِنْ لِيَقُلْ: غُلَامِي وَجَارِيَتِي[21]

یعنی تم میں سے کوئی نہ کہے عَبْدِیْ (میرا بندہ) تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی لونڈیاں ہیں لیکن یہ کہے کہ غُلَامِیْ (میرا غلام) وجَارِیَتِیْ (میری لونڈی)۔

اس سے معلوم ہوا کہ لفظ عبد کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا خلاف احادیث ہے۔ لہٰذا حرام ہے اور عبد النبی میں بھی یہ بات موجود ہے لہٰذا منع ہے۔

جواب: یہ ممانعت کراہت تنزیہی کے طور پر ہے کہ عَبْدِیْ (میرا بندہ) کہنا بہتر نہیں بلکہ غُلَامِیْ (میرا غلام) کہنا اولی ہے اس حدیث کے تحت نووی شرح مسلم میں ہے:

فَإِنْ قِيلَ: فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْرَاطِ السَّاعَةِ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا أَوْ رَبَّهَا.

فَالْجَوَابُ مِنْ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا أَنَّ الْحَدِيثَ الثَّانِي لِبَيَانِ الْجَوَازِ، وَأَنَّ النَّهْيَ فِي الْأَوَّلِ لِلْأَدَبِ وَكَرَاهَةِ التَّنْزِيهِ، لَا لِلتَّحْرِيمِ.[22]

یعنی اگر کہا جاوے کہ حضور علیہ السلام نے علاماتِ قیامت میں فرمایا کہ لونڈی اپنے رب کو جنے گی (یعنی بندے کو رب فرمایا)، اس کا جواب دو طرح ہے:

ایک یہ کہ دوسری حدیث بیانِ جواز (جائز ہونے کے بیان) کے لیے ہے، اور پہلی حدیث میں ممانعت (منع) ادب کے لیے ہے، اور کراہت تنزیہی (ناپسندیدگی، مگر حرام نہیں) ہے، نہ کہ تحریمی (حرام کے درجے کی)۔

ورنہ مسلم میں اسی جگہ ہے: لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ لِلْعِنَبِ الْكَرْمَ، إِنَّمَا الْكَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ.[23]

اسی جگہ یہ بھی ہے: لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ الْكَرْمَ، فَإِنَّ الْكَرْمَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ. یعنی انگور کو کرم نہ کہو کیونکہ کرم تو مسلمان ہے۔

---

[20] (الفتاوى العالمكيرية المعروفة بالفتاوى الهندية، كتاب الكراهية وهو مشتمل على ثلاثين بابا، الباب الثاني والعشرون في تسمية الأولاد وكناهم والعقيقة، 5/ 262، الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، الطبعة: الثانية، 1310 هـ)

[21] (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الأول، 3/ 1345، الحديث 4760-(11)، الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

(صحيح مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب حكم إطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد، 4/ 1764، الحديث 2249، دار إحياء الكتب العربية)

[22] (شرح النووي على مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب حكم اطلاق لفظة العبد والأمة والمولى والسيد، 15/ 6، دار إحياء التراث العربي – بيروت، الطبعة: الثانية، 1392 هـ)

[23] (صحيح مسلم، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة تسمية العنب كرما، 4/ 1763، الحديث 2247، دار إحياء الكتب العربية)

مشکوۃ ، کتاب الآداب ، باب الاسامی میں ہے: إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ فَلِمَ تُكَنَّى أَبَا الْحَكَمِ؟[24] یعنی حَکَم تو اللہ ہے تو تیرا نام ابو الحکم کیوں ہے؟

مشکوۃ میں اسی جگہ ہے: لَا تُسَمِّيَنَّ غُلَامًا يَسَارًا، وَلَا رَبَاحًا، وَلَا نَجِيحًا، وَلَا أَفْلَحَ.[25] یعنی اپنے غلام کا نام یسار اور رباح اور نجیح اور افلح رکھو۔

ان تمام احادیث میں ان ناموں سے جو ممانعت (منع) ہے، وہ کراہتِ تنزیہی (ناپسندیدگی، مگر حرام نہیں) کی بنا پر ہے، ورنہ قرآن اور حدیث، بلکہ خود احادیث میں سخت تعارض (باہمی ٹکراؤ) ہو گا۔ مثلاً رب خدا کا بھی نام ہے، اور قرآنِ کریم میں بندوں کو بھی رب فرمایا ہے:

كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا[26] (بنی اسرائیل:24) فَارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ[27] (الفجر:28)

اگر کوئی شخص کسی کو اپنا یا رب کہے تو مشرک نہ ہو گا ہاں اگر اس سے بچے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ نام رکھنا واجب نہیں۔

فائدہ: اگر اس زمانہ میں دیوبندیوں، وہابیوں کو چڑانے کے لیے یہ نام رکھے، تو عین باعثِ ثواب ہے؛ کیونکہ اسلامی قاعدہ، بلکہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس بات سے دشمنِ اسلام چڑتا ہے، اس سے اسے خوب چڑاؤ۔

مثلاً حج کے رَمَل[28] یعنی پہلوانوں کی طرح چلنا، محض کفارِ مکہ کو چڑانے کے لیے ہوا۔ جب انہوں نے اہلِ ایمان پر طعنہ (عیب لگانا) کیا کہ مکہ چھوڑ کر مدینہ گئے تو کمزور پڑ گئے، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اے میرے یارو! پہلوانوں کی طرح کندھے ہلاؤ تاکہ دشمن کا دل جلے۔"

اس کی مزید مثالیں فقیر کی کتاب بدمذاہب سے بیزاری میں ملاحظہ ہوں۔

غلامی رسول: ہمیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ناز ہے اور اس میں دارین کی فلاح و بہبودی اور ہزاروں مشکلات سے نجات کا مُوْجِب (ذریعہ) ہے۔

سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ: سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک کشتی پر سوار ہُوا۔ وہ ٹوٹ گئی، تو میں اس کے ایک تختے پر سوار ہو گیا۔ وہ تختہ ساحل پر آلگا۔ وہاں میرے سامنے ایک شیر آگیا۔

میں نے شیر سے کہا: "تو نہیں جانتا، میں سیدُ العالمین کا غلام ہوں، سفینہ میرا نام ہے۔"

یہ سن کر شیر نے گردن جھکالی اور دُم ہلاتا ہوا میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا، پھر میرے ساتھ چلا، یہاں تک کہ مجھے راستے پر ڈال دیا۔ پھر اس نے ہلکی سی آواز نکالی۔ میں سمجھا کہ یہ مجھے وداع کرتا ہے۔[29] (خصائص کبری، ص ۶۵، ج ۲)

فائدہ: اس روایت کو ابن سعد، ابو یعلیٰ، ابن منذر، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے نقل کیا، اور حاکم نے اسے صحیح کہا، اور بغوی، ابن عساکر وغیرہ نے بھی نقل کیا۔ اس لیے امتی کو اس غلامی پر فخر و ناز کرنا چاہیے۔ وہ غدار امتی ہے جسے غلامیِ رسول سے نہ صرف نفرت، بلکہ شرک نظر آتا ہے۔ اسی لیے غلام محمد، غلام احمد، غلام نبی، غلام رسول، غلام مصطفیٰ، غلام علی، غلام حسین، غلام حسن وغیرہ نام رکھنا غلامیِ رسول کی نشانی ہے۔ جو یہ نام رکھتے ہیں، اور ایسے اسماء پر ہمیں ناز بھی ہے کہ ہم محبوبانِ خدا کے غلام ہیں۔ افسوس تو اس امتی کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو توسر کہتا ہے لیکن خود غیر کا غلام بنا پھرتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

---

[24] (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الثاني، 3/ 1346، الحديث 4766-(17)، الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[25] (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الأول، 3/ 1344، الحديث 4753-(4)، الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر، المكتب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الثالثة، 1985م)

[26] ترجمہ: جیسا ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

[27] ترجمہ: اپنے رب کی طرف واپس ہو۔

[28] یعنی طواف کے ابتدائی چکروں میں اکڑ کر اور کندھے ہلاتے ہوئے چلنا۔ (س رضا)

[29] (الخصائص الكبرى، ذكر معجزاته في ضروب الحيوانات، 2/ 108، دار الكتب العلمية – بيروت)

دیوبندی، وھابی غیر کے بندے: مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے لکھا ہے کہ

قبولیت اسے کہتے ہیں، مقبول ایسے ہوتے ہیں * * * عبید اسودان کا لقب ہے، یوسفِ ثانی[30]

جس سے معلوم ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے کالے بندے یوسف ثانی کہلاتے ہیں۔ غرض کہ عبد نسبت غیر خدا کی طرف قرآن وحدیث واقوال فقہاء اور اقوال مخالفین سے ثابت ہے اور عرب والے عام طور پر کہتے ہیں: عَبْدِیْ حُرٌّ[31]

شاعر کہتا ہے: الْوَاهِبُ الْمِائَةَ الْهِجَانَ وَعَبْدُهَا. [32] یعنی وہ عطا کنندہ ہے سو اونٹوں اور انکے خدمت گاروں کا۔

لطیفہ: تقویۃ الایمان میں علی بخش، پیر بخش، غلام علی، مدار بخش عبد النبی نام رکھنے کو شرک کہا ہے مگر تذکرہ الرشید، حصہ اول، صفحہ ۱۳ میں رشید احمد صاحب کا شجرہ نسب یوں ہے: "مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش۔۔۔"[33]

دیوبندی بتائیں کہ مولوی صاحب کے خاندانی بزرگ مشرک ومرتد تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر تھے تو مرتد کی اولاد حلالی ہے یا حرامی (بَنَوْا فَجَرُوْا)[34] ایسے ہی انکے دیگر اکابر کے آباؤجداد اور مہارت کی نسبت کا حال ہے تفصیل آئیگی۔ (ان شاء اللہ)

علمآء وفقھاواولیا کے اسماء عبد النبی وعبد الرسول وغیرہ

بطور نمونہ چند بزرگوں (علماء وفقھاواولیاء) کے اسماء عبد النبی وعبد الرسول وغیرہ دکھادوں تاکہ ثابت ہو کہ اسلاف صالحین رحمہم اللہ کے مذہب سے ہٹ کر یہ "وہابی دیوبندی" محض انگریزوں کو خوش کرنے پر مشرک کہتے ہیں۔

۱۔ صاحب درِ مختار خطبہ در مختار میں اپنا شجرہ علمی بیان فرماتے ہیں: فَإِنِّي أَرْوِيهِ عَنْ شَيْخِنَا الشَّيْخِ عَبْدِ النَّبِيِّ الْخَلِيلِيِّ. [35]

یعنی میں اس کو اپنے شیخ عبد النبی خلیل سے روایت کرتا ہوں۔

معلوم ہوا کہ صاحب در مختار کے استاد کا نام عبد النبی تھا۔

تمام علمائے عرب وعجم کے اکابر علماء ومذاہبِ اربعہ میں نجدیوں، وہابیوں کے خلاف یہی لکھا ہے کہ عبد النبی وعبد الرسول نام رکھنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ ان نجدیوں کے محترم علامۂ حرمین حضرت شیخ محمد عابدی انصاری نے اس مسئلہ میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ "التحية القطبية"۔

۲۔ عبد النبی گنگوہی اولاد عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ: تفصیلی حالات وتذکرہ علماء "ہند" اردو صفحہ ۳۲۶ میں ہے کہ ایک مروزی نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کیا تو آپ نے اس کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔[36]

۳۔ عبد النبی شطاری: حنفی مذہب اور ۵۰ کتب کے مصنف۔[37] (تذکرہ، صفحہ ۳۲۷)

۴۔ ملاّ عبد النبی احمد نگری بن قاضی عبد الرسول العثمانی: آپکی تصانیف مشہور ہیں۔ جامع العلوم شرح کافیہ، آپ کی تصنیف ہے۔[38] (تذکرہ علمائے ہند، صفحہ ۳۲۸)

---

30) (مرثیہ از محمود حسن صاحب، ص9، ناشر کتب خانہ رحیمیہ دیوبند یوپی)

31) یعنی میرا غلام آزاد ہے۔ (ن اُویسی)

32) (المقتضب، وإنما تعمل فيما كان من سببها وذلك كقولك هذا حسن الوجه وكثير المال ، 4 / 163، عالم الكتب. - بيروت)

33) "مکمل شجرہ آگے آتا ہے"۔ (ن اُویسی) (تذکرۃ الرشید، ولادت، 1 / 13، بلال سٹیم ساڈھورہ)

34) یہ ایک عربی ضرب المثل ہے جس کا معنی ہے "انہوں نے عمارت تو بنائی، مگر اپنے لیے مصیبت کھینچ لائے"۔ (ن اُویسی)

35) (الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار، خطبة الكتاب، ص7، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1423 هـ - 2002 م)

36) (تذکرہ علمائے ہند، 345-ملا عبد النبی احمد نگری، ص 283 تا 284، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہراہ مدینۃ الحکمۃ، کراچی، اشاعتِ اول: 1961ء)

37) (تذکرہ علمائے ہند، 346-عبد النبی شطاری، ص 284، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہراہ مدینۃ الحکمۃ، کراچی، اشاعتِ اول: 1961ء)

38) (تذکرہ علمائے ہند، 347-ملا عبد النبی احمد نگری، ص 285، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، بیت الحکمۃ، مدینۃ الحکمۃ، شاہراہ مدینۃ الحکمۃ، کراچی، اشاعتِ اول: 1961ء)

نوٹ: یہ باپ بیٹا دونوں دیوبندیوں، وہابیوں کے لیے یک نشد دو شد ہیں۔

۵۔ عبد الرسول: مولانا عماد الدین کے والد گرامی[39] (حدائق، صفحہ ۵۱۰)

نوٹ: تاریخِ اسلام بھری پڑی ہے۔ اس میں ہر شعبۂ اسلامی کے نامور علماء، مشائخ، فقہاء، مفسرین اور محدثین میں **عبد النبی** اور **عبد الرسول** اسماء والے بکثرت گزرے ہیں، اور وہ علماء و مشائخ اس دورِ اختلاف سے بہت عرصہ پہلے ہو گزرے ہیں۔

پیر بخش، محمد بخش: اس طرح جس غیر اللہ کے اسم کے ساتھ بخش ہو، جیسے محمد بخش، رسول بخش، نبی بخش، پیر بخش، حسین بخش، علی بخش، عمر بخش وغیرہ، سب وہابیوں، نجدیوں، دیوبندیوں کے نزدیک شرک اور حرام ہے۔ یہ بھی ان کی وہی بدمذہبی ہے، ورنہ ان اسماء کے جواز (درست ہونے) میں ذرہ بھر بھی شک نہیں؛ اس لیے کہ بخش فارسی لفظ ہے۔ یہ جب کسی اسم کے ساتھ آئے گا تو فاعل (کام کرنے والے) کا معنی دے گا، جیسا کہ فارسی لغت کا قاعدہ ہے۔ جس کا نام محمد بخش ہے، وہ سمجھتا ہے کہ قیامت میں میری شفاعت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، اس امید پر نام رکھ لیا۔ گویا تفاؤلاً (نیک فال کے طور پر) وہ اس نام سے موسوم (نام زد) ہے، اور یہ تفاؤل (نیک فال لینا) شرعاً صحیح ہے۔

فائدہ: یہ تو شرک نہ ہوا، بلکہ عینِ اسلام ہوا۔ ایسے ہی پیر، غوث اور علی سے تعلق کسی محبوبِ خدا سے جتلایا، تو بیڑا پار ہو گیا، جیسا کہ ہزاروں واقعات اس پر ہیں۔ منجملہ (ان میں سے) ان کے دھوبی والا واقعہ بھی ہے، جسے مولوی اشرف علی تھانوی نے ذکر کیا کہ قبر میں ایک بندے نے کہا: "میں غوثِ اعظم کا دھوبی ہوں۔ "تو اس پر نجات ہو گئی۔[40] الاضافات الیومیہ، جلد ۲، ص ۴ وغیرہ وغیرہ۔

ایک شخص نے نکیرین کے سولات کے جواب میں کہا کہ میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانبردار ہوں اس جواب پر اسکی بخشش ہو گئی۔ (روح البیان)

اور بہجۃ الاسرار وغیرہ میں ہے کہ غوث اعظم شیخ عبد القادر نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری مسجد اور میری خانقاہ سے گذر گیا اس پر قیامت کے روز عذاب نہ ہو گا۔[41]

نوٹ: اس قسم کے واقعات فقیر نے رسالہ "نسبت بسگت" میں درج کئے ہیں۔

فائدہ: بخش اور غلام اور عبد کی نسبت محبوبانِ خدا کی طرف مجاز ہے اور مجاز عرف میں بلکہ قرآن مجید میں عام ہے۔

جیسے: "قَتَلَ الْأَمِيرُ اللِّصَّ وَبَنَى قَصْراً" اور جیسے: يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا[42] یعنی امیر نے چور کو مارا اور محل بنایا اور اے ہامان میرے لیے اونچا محل بنا۔

ان عبارتوں میں چور کو امیر قتل نہیں کرتا، اور نہ ہی محل بناتا ہے، اور نہ ہامان نے محل تیار کرنا تھا، بلکہ نوکروں نے کرنا تھا۔ یہ تمام اسلام کے مطابق کم درجے کے حق میں "وَهَبْ لِي غُلَامًا" (مجھے ایک لڑکا عطا فرما) کہنے سے اباحت (جائز ہونے) اور رفیع الشان (بلند مرتبہ) نسبت محمد بخش، احمد بخش وضع (اختیار) کر لینے میں شرک اور ضلالت (گمراہی) کا مستحق ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور نقل میں بوجہِ تعددِ محال (متعدد باطل احتمالات) متعالی (پاک) نظری سے بری ہے۔

علاوہ ازیں، اشعارِ عرب، جن کو اکابر بھی نقل کرتے ہیں، جیسے الذہبی، عمر وغیرہ کے ساتھ سمجھئے۔ چونکہ ہم اہلِ سنت شفاعت کے قائل ہیں، اسی لیے ہمارے نزدیک یہ اسماء جائز ہیں، اور وہابی، نجدی وغیرہ شفاعت کے منکر ہیں، اسی لیے وہ ایسے اسماء کے مخالف ہیں۔

اگر بخش حاصلِ مصدر (مصدر سے حاصل ہونے والے) کے معنی میں ہے، جیسے فارسی کا قاعدہ ہے کہ ایسی اضافت کے وقت حاصلِ مصدر کا معنی دیتا ہے، تو معنی ہو گا: محمد کی عطا۔ اور یہ معنی بھی قرآنِ مجید کے عین مطابق ہے۔

---

39) (حدائق الحنفیہ، حدیقہ سیزدہم، شیخ عماد الدین، ص 510، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، لاہور)

40) (الافاضات الیومیۃ، 2/100، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، اشاعت ربیع الثانی 1429ھ)

41) (بهجة الأسرار و معدن الأنوار، ذكر فضل أصحابهم وبشراهم، ص 194، دار الكتب العلمية - بيروت، لبنان، الطبعة الأولى: 1423 هـ / 2002م)

42) (المؤمن:36)

قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بی بی مریم کو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا﴾ (سورۂ مریم:19)

ترجمہ: "تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ لڑکا عطا کروں۔"

بتایئے! اس معنی پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جبرئیل بخش ہوئے یا نہیں؟ جیسے قرآنِ مجید کے اس جملے میں مجاز (غیر حقیقی معنی) ہے، تو محمد بخش وغیرہ میں بھی مجاز ہے؛ کیونکہ حقیقی دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ مجازاً (بطورِ مجاز) نبی یا ولی کی طرف نسبت ہو تو کیا حرج (قباحت) ہے؟ لیکن وہابیوں، دیوبندیوں کو ہر شے میں شرک نظر آتا ہے، اس لیے مجبور ہیں۔ ورنہ یہ معنی وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي [43] (بخاری) کے عین مطابق ہے، یعنی میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرمانے والا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کے منکر صرف اور صرف منافقین تھے، اور اب بھی یہی حال ہے؛ یعنی مخالفین ایک طرف، اور قائل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دوسری طرف۔ آج بھی قسمت اپنی اپنی، نصیب اپنا اپنا۔

اگر بخش کا معنی حصہ [44] ہو جیسے غیاث اللغات میں ہے، تو بھی معنی صحیح ہے؛ کیونکہ نام رکھنے والا تفاؤلاً (نیک فال کے طور پر) خود کو قیامت میں بخش کا حصہ نبی علیہ السلام کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے، یا پیر، غوث، حسین، علی، عمر وغیرہ (رضی اللہ عنہم) کے متعلق۔ اور یہ احادیثِ مبارکہ کے عین مطابق ہے کہ کل قیامت کے دن، بلکہ قبر کے حساب و کتاب کے وقت بھی، جو بھی اپنا تعلق اپنے مقتدا (جس کی پیروی کی جائے)، نبی کریم ﷺ یا اولیائے کرام سے ثابت کرلے گا، وہ ان کی شفاعت اور برکت سے نجات کا حصہ پالے گا۔

یہاں عبد بمعنی نوکر (خادم، غلام) ہے، اور ہم الحمدللہ انبیاء، اولیاء، اور بالخصوص اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ بے دام (بلا معاوضہ غلام) ہیں، اور اس پر ہمیں ناز ہے۔

لطیفہ: مولوی اشرف علی تھانوی مجذوب بخش ہے؛ اس لیے کہ اس کی والدہ کو اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس کی نانی پانی پت کے غلام مرتضیٰ نامی مجذوب [45] کے پاس گئی، تو مجذوب کی نگاہِ کرم (مہربانی) سے اشرف علی پیدا ہوا۔ [46] واقعہ کی تفصیل ہم نے آیت: إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ:4) کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔

تھانوی کی پیدائش کا ذکر، تفصیلی اسکی سوانح عمری اشرف السوانح اور بہشتی زیور مدلل اور بوادر النوادر میں ہے۔ انکے مندرجہ ذیل مولویوں کے نسب نامہ میں یہی اسماء موجود ہیں۔ جنہیں یہ شرک کہتے ہیں۔ اس پر ہمارا یہ سوال ہے کہ تمہارے اکابر مشرک تھے یا موحد اگر مشرک تھے تو تم کون ہوئے (اولاد المشرکین) اگر واقعی یہی فتویٰ صحیح ہے۔ تو اعلان کرو کہ ہم ہیں اولاد المشرکین۔

قاسم نانوتوی: جسے یہ لوگ بانی دیوبند کہتے ہیں اس کا نسب نامہ یوں ہے:

"محمد قاسم بن اسد علی غلام شاہ بن محمد بخش الخ۔" [47] (سوانح قاسمی)

مولوی رشید گنگوھی: جسے یہ لوگ قطب العالم کا لقب دیتے ہیں ان کا نسب نامہ یوں ہے:

---

[43] (صحيح البخاري، كتاب العلم، باب من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين، 1/ 39، الحديث71، دار ابن كثير، سنة النشر: 1414هـ/ 1993م)

[44] (غیاث اللغات مع منتخب اللغات، باب الباء مع الخاء، ص103، منشی نول کشور، لکھنؤ)

[45] یعنی اللہ کی محبت میں مستغرق بزرگ۔ (س رضا)

[46] (اشرف السّوانح، باہتمام سید نورالحسن تھانوی، 1/16 تا 17، ناشر مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، یوپی، بھارت)

(اشرف السّوانح، 1/46، ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ ملتان، طباعت، سلامت اقبال پریس ملتان، تاریخ اشاعت، مارچ 2006ء)

[47] (سوانح قاسمی، آغازِ سوانح، نسب نامہ، 1/113، مکتبہ رحمانیہ، اقراء سینٹر، غزنی روڈ، اردو بازار، لاہور)

"مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بِ قاضی غلام علی۔۔۔ اور والدہ کی طرف سے مولانا رشید احمد بن کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد بن فتح۔۔۔"[48] (تذکرہ الرشید، ص ۱۳، ج ۱)

گویا مولوی رشید احمد گنگوہی بریلوی الطرفین (باپ اور ماں، دونوں طرف سے بریلوی نسبت رکھنے والے) ہیں؛ کہ باپ کی طرف سے بھی بریلوی نسبت ہے، اور ماں کی طرف سے بھی۔ اب بتایئے گنگوہی صاحب خود کیا ہوئے؟

اس موضوع کو پھیلایا جائے تو ضخیم دفتر (بڑا رسالہ) ہو جائے گا۔ نمونہ کے لیے ان کے تین بڑوں کا نام لکھ دیا ہے، تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ ان دیوبندیوں، وہابیوں کے آباؤ اجداد بھی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

ویسے فقیرِ اویسی کی بات سمجھ میں آجائے تو حقیقت یہی ہے کہ آج جو لوگ ہمیں مشرک و بدعتی کہتے نہیں تھکتے، تجربہ شاہد ہے کہ کہنے والا خود بگڑا ہے یا اس کا باپ، ورنہ اس سے اوپر کے ان کے بڑے بریلوی مسلک کے مطابق عقائد و معمولات پر زندگی بسر کر گئے۔

لطیفہ: بہاولپور کے ایک خاندان کو اپنی دیوبندیت، وہابیت پر ناز ہے۔ فقیر ان کے خاندان کے آباؤ اجداد کو جانتا تھا، اور خود بھی ان کے ایک بڑے نے اپنے خاندانی حالات خود لکھے، جس کا مختصر سا تذکرہ مشاہیر بہاولپور میں ہے۔

مُصَنِّفْ حضرت شہاب دہلوی مرحوم میں لکھا گیا ہے: انکے اکابر میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی کے اور بعض حضرت خواجہ قاضی عاقل محمد کوٹ مٹھن شریف (قدس سرہما) کے مرید تھے۔ میں نے اُن مولویوں کو کہلا بھیجا کہ، "تمھارے بڑے تو ہمارے پیر بھائی تھے، تم کو دیوبندیت کہاں سے چمٹ گئی؟" کھسیانے (شرمندہ) ہو کر جواب بھجوایا کہ، "وہ پیر تو ہمارے تھے، لیکن تم نے چھین لیے۔"

میں نے کہلوا بھیجا کہ "پھر تو ہم غالب ہوئے۔" اور سچ ہے: ﴿فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾[49]

اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ[50]

صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيمُ، وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ الرَّؤُوفُ الرَّحِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هٰذَا آخِرُ مَا رَقَمَهُ الْقَلَمُ

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور، پاکستان

---

48) (تذکرۃ الرشید، ولادت، 1/13، بلال سٹیم ساڈھورہ)

49) ترجمہ: تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (کنز الایمان)

50) (السنن الكبرى للنسائي، كتاب المحاربة، قتل من فارق الجماعة وذكر الاختلاف على زياد بن علاقة في خبر عرفجة فيه، 4/ 522، الحديث3672، وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية القطرية)
(سنن الترمذي، كتاب الفتن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم،باب ما جاء في لزوم الجماعة، 4/ 405، الحديث2166، دار الكتب العلمية)
یعنی اللہ تعالی کا دست مبارک جیسا اسکے شان کے لائق ہے جماعت پر ہے۔ (کنز الایمان)